انواعِ کتب حدیث ۔ لفظی و معنوی موزونیت

Types of Books of Hadith: Literal and technical compatibility

صائمہ فاروق*

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسرائیل فاروقی**

ABSTRACT

The obeisance of Holy Prophet (S.A.W) is the path of forgiveness and essential component of faith. Therefore, the series of preservations of the sayings and actions of Holy Prophet (ﷺ) is continued by Ṣaḥābah (RA), followers of Ṣaḥābah and Scholars of the Ummah. For worldly and eternal saving, disciplined efforts were carried out in order to preserve this series. This methodology of preservation with extreme care and technique is exemplary. The process for collection of Hadith was initiated and shaped into books and volumes. It is due to the dignified status of Hadith that Allah created such individuals who preserved the sayings of Holy Prophet (ﷺ) with religious fervor, zeal, honesty and great care. In this article meaningful analysis has been given for such important terminologies which convey technically internal characteristics of the series of books and are a great source of literary beauty. In this connection, terminologies and their meanings represent reflection of each other. The basis of these terminologies is not only on estimated ideas but on the literary and intellectual facts. These are not only according to the time and age but also historical and geographical according to the need of hour and circumstances. From Muḥaddithīn's point of view, these collections have certain benefits and purposes due to which they kept naming them. The brief, simple and understandable words of terminologies are common; however, their purpose is not common. It is distinguished and extra ordinary. The words used in terminologies are not special but purpose is not to express application. Their contextual meaning is taken under consideration instead of the literal one.

Keywords: *Muhaddithīn, Ummah, disciplined, meaningful analysis*

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

** شعبہ اسلامیات، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور

حدیث نبوی ﷺ کی حفاظت کے ضمن میں محدثین کرام رحمہم اللہ نے احتیاط اور اہتمام کی جو روش اختیار کی وہ بے نظیر و بے مثال ہے۔ دین و شریعت کے ماخذ اول قرآن مجید کی تشریحی و توضیحی سرمائے حدیث نبوی ﷺ کی حفاظت کے لیے جذب و شوق پر مبنی یہ ریاضت اس لیے ممکن ہوئی کہ حدیث نبوی ﷺ کو استناد کا درجہ اللہ رب العالمین نے دیا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾[1]

"اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے، جو اتاری جاتی ہے"۔

"وَدَلَّ هٰذَا عَلٰى اَنَّ السُّنَّةَ وَحي مِّنَ اللهِ لِرَسُوْلِهِ ﷺ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَاَنْزَلَ اللهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ وَأَنَّهُ مُعَصُوْمٌ فِيْمَا يُخْبِرُ بِهِ عَنِ اللهِ تَعَالٰى وَعَنْ شَرْعِهِ، لِأَنَّ كَلَامَهُ لَا يَصْدُرُ عَنْ هَوٰى، وَاِنَّمَا يَصْدُرُ عَنْ وَحْيٍ يُّوْحٰى".[2]

"اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سنت بھی اللہ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی طرف وحی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اور اس نے آپ ﷺ کی طرف کتاب اور حکمت نازل کی۔" اور یہ کہ وہ معصوم ہیں اس بارے میں جو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت کے بارے میں خبر دیتے ہیں کیونکہ ان کا کلام کی خواہشات پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ ان کی طرف کی جانے والی وحی کے مطابق ہوتا ہے۔"

ذخیرۂ حدیث محفوظ کرنے کے لیے مجموعہائے حدیث تیار ہوتے گئے، ان مجموعہائے حدیث کے لیے طے کردہ ہر اصطلاح ان کتب کی اندرونی خاصیتیں بتاتی ہے اور ہر اصطلاح پر مضمون ہونے کے سبب موزونیت کا لطف دیتی ہے جو علمی دیانت کا بہترین اظہار اور فن و ادب کا اہم لازمہ ہے، ذیل میں ان کتب حدیث کی اہم اصطلاحات کا ذکر کیا گیا ہے۔

الجامع : مادہ ج م ع۔ الجمع متفرق چیزوں کو اکٹھا کرنے کو کہتے ہیں۔"جمع أَمره": پختہ ارادہ کرنا۔"تجَمَّعَ" کے معنی سمٹنا اور اکٹھا ہونا کے ہیں اسی سے جامع ہے۔ ایسا اہم معاملہ جس کی وجہ سے لوگ جمع ہوں۔[3]

جامع کی جمع "الجوامع "ہے جس کے معنی زنجیر اور طوق کے ہیں کیونکہ اس سے ہاتھ پاؤں باندھے جاتے ہیں۔[4]

---

(1) سورۃ النجم :3،۴

(2) سعدی، عبد الرحمن بن ناصر بن عبد اللہ، تیسیر الکلام الرحمن فی تفسیر کلام المنان، تحقیق: عبد الرحمن بن معلا اللویحق، مؤسسۃ الرسالۃ، طبع اول: ۱۴۲۰ھ، ص: ۸۱۸

(3) ابراہیم مصطفیٰ، احمد حسن زیات، حامد عبد القادر، محمد علی النجار، المعجم الوسیط، باب الجیم، مجمع اللغۃ العربیۃ، القاہرۃ، طبع دوم: ۱۳۹۲ھ، ۱۹۷۲ء، ص ۱۳۵

(4) اصفہانی، راغب، حسین بن محمد، ابو القاسم، المفردات فی غریب القرآن، تحقیق: صفوان عدنان الداودی، دار القلم، ادارہ الشامیہ، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۲ھ، ص: ۲۰۲

آپ ﷺ نے فرمایا:

«بعثت بجوامع الكلم».[1]

"مجھے جامع کلمات (جن کے الفاظ کم معانی زیادہ) کے ساتھ بھیجا گیا۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "جوامع الکلم سے مراد یہ ہے کہ بہت سے امور جو آپ ﷺ سے پہلے کتابوں میں لکھے ہوئے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک یا دو امور وغیرہ میں جمع کر دیا"۔[2]

گویا جامع کے معانی میں اکٹھا کرنے کے ساتھ ساتھ پختگی، مضبوطی اور متفق ہونا کا مفہوم بھی شامل ہے۔ میں نے متفرق چیزوں کو اکٹھا کیا تو وہ اکٹھی ہو گئیں وہ جو جوان ہو جائے اس کی داڑھی برابر ہو جائے اور وہ پوری حد کو پہنچ جائے اسے "الرجل المجتمع" کہتے ہیں اور "تجمع القوم" کہتے ہیں مختلف قسم کے لوگوں کا جمع ہونا اور ان کا ملنا جب کہ ان کے جو ان مختلف قبائل سے ہوں اور اسی سے کہا جاتا ہے "اجمعت الامر یا علی الامر" یعنی میں نے اس کام کا پختہ ارادہ کیا۔[3]

"جامع" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے:

"فِي أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالى ''اَلْجَامِع''هُوَ الَّذِي يَجْمَعُ الْخَلَائِقِ لِيَوْمِ الْحِسَاب، وَقِيْل: هُوَ الْمَؤلِّفُ بَيْنَ الْمُتَماثِلات، وَالْمُتَبايِنَات، وَالْمُتَضَادَاتِ فِي الْوُجُوْدِ"[4]

"اللہ تعالیٰ کا ایک نام جامع ہے یعنی وہ سب مخلوقات کو حساب کے لیے قیامت کے دن جمع کرے گا بعض نے کہا کہ جامع سے یہ مراد ہے کہ اس نے متماثل، متخالف اور متضاد چیزوں کو ایک ساتھ جوڑ دیا ہے"۔[5]

قیامت کے دن کو بھی "الیوم الجمع" کہا گیا ہے کہ اس روز سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے۔

﴿يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾[6]

"اور جمع ہونے کے دن سے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں"۔

---

(1) بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب المفاتیح فی الید، حدیث نمبر: ۷۰۱۳، تحقیق: عبد العزیز بن جلوی، دار السلام، الریاض، طبع دوم، ۱۴۱۹ھ، ص: ۱۲۰۹

(2) ایضاً

(3) جوہری، اسماعیل بن حماد، ابو نصر، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، جمع و تحقیق: احمد عبد الغفور عطار، دار العلم للملایین، بیروت، طبع چہارم: ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء، ۱۱۹۸/۳

(4) ابن الاثیر، مجد الدین المبارک بن محمد، الشیبانی، ابو السعادات، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، جمع و تحقیق: طاہر احمد الزاوی، مکتبۃ علمیۃ، بیروت ۱۳۹۹ھ، ص: ۲۹۵

(5) المعجم الوسیط، باب الجیم، ص: ۱۳۵

(6) سورۃ الشوریٰ: ۷

﴿ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ﴾[1]

"وہ ایک دن ہو گا جس میں سب لوگ جمع ہوں گے"۔

﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ﴾[2]

"جب اجتماع کے دن وہ تم سب کو اکٹھا کرے گا"۔

قیامت کو یوم الجمع اس لیے کہا کہ اس دن اول و آخر سب ایک ہی میدان میں جمع ہوں گے۔ فرشتہ پکارے گا تو سب اس کی آواز سنیں گے، ہر ایک کی نگاہ آخر تک پہنچ جائے گی، کیونکہ درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو گی۔[3]

﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾[4]

" آپ کہہ دیجیے کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے ضرور جمع کیے جائیں گے ایک مقررہ دن کے وقت"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُجمعُ النَّاس يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي صَعِيْدٍ وَاحِدٍ»[5]

"قیامت کے دن لوگوں ایک ہی میدان میں اکٹھا کیا جائے گا"۔

جمعہ کے دن کو بھی یوم الجمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس روز لوگ اکٹھے ہوتے ہیں[6]۔

اور مسجد کو جامع مسجد اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ اس میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔

اور جامع کسی اہم معاملے کو بھی کہتے ہیں جس کے لیے لوگ اکٹھے ہوں۔

﴿وَاِذَا كَانُوْا مَعَه عَلٰي اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ﴾[7]

"اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لیے بغیر نہ جائیں"۔

"امر جامع" سے مراد اہم معاملہ کے ہیں جس کے لیے لوگ جمع ہوں اور اس سے مراد وہ معاملہ ہے جو اجتماع کا تقاضا کرتا ہو مثلاً خندق کی کھدائی، باہم مشاورت اور جہاد کی طرح اہم معاملات وغیرہ جیسے جمع کی نماز اور

---

(1) سورۃ ہود: ۱۰۳

(2) سورۃ التغابن: ۹

(3) صلاح الدین یوسف، تفسیر احسن البیان، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، ۱۴۱۷ھ، ص: ۱۵۸۷

(4) سورۃ الواقعہ: ۵۰

(5) ابن حنبل، احمد بن محمد، ابو عبد اللہ، المسند، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: ۸۸۱۷، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، دار الحدیث، القاہرۃ، طبع اول:۱۴۱۶ھ، ۱۴/ ۴۱۳

(6) المفردات فی غریب القرآن، جمع، ص: ۲۰۲

(7) سورۃ النور: ۶۲

عیدین۔ [1]

محدثین کرام ﷭ اس مجموعۂ حدیث کے لیے ''الجامع'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جس میں آٹھ مضامین کی احادیث جمع کر دی گئی ہوں اور وہ مضبوط اور صحیح بھی ہوں:

«اَلْجامع: هُوَ نَوْعٌ مِن كُتُبِ الْحَدِيْثِ المرَتبِ عَلى أَبوابِ الفِقْه فِي جَمِيعِ مَوْضُوعَاتِ الدِّيْن عَقِيْدَة وَشَرِيْعَة، مثلُ العَقَائد، وَالأَحْكَام، وَالسَّير وَالتَّاريخ، والآداب والرِّقَاق، وَالتَّفْسِير وَالْفِتَن، وأَشْرطُ السَّاعَة، وَالْمَنَاقب، وَالْمَثَالب وَغَير ذلك» [2]

''الجامع''کا لغوی مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ محدثین کا ''الجامع'' کو بطور اصطلاح استعمال کرنا علمی وقار کو برقرار رکھتے ہوئے جذبات کی بھرپور عکاسی ہے کہ وہ مجموعہ جس میں آٹھ مختلف اور اہم مضامین پر صحیح اور مضبوط احادیث جمع کی گئیں، اس مجموعے کے لیے سادہ، عام فہم اور موقع و محل کے مطابق ''الجامع'' کی اصطلاح طے کرنا زبان و بیان کا ایسا سلیقہ ہے جو فن کی معراج اور ادب کا خاصہ ہے۔ یہ لفظ بطور اصطلاح بہت سے جذباتی احساسات اور علمی حقائق کا امین ہے۔

السنن: مادہ س ن ن۔ السِّنُّ کے لغت میں مختلف استعمالات ہیں۔ دانت کو بھی ''السِّنُّ'' کہتے ہیں اس کے جمع اسنان ہے۔

﴿وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ﴾ [3] ''دانت کے بدلے دانت''۔

حدیث میں آتا ہے:

«ما اَنْهَرَ الدَّم وذُكر اسمُ الله فكُلُوهُ ما لم يَكُنْ سِنٌّ وَلَا ظُفُرٌ» [4]

''جو چیز خون بہا دے اسے کھاؤ بشرطیکہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، نیز ذبح کا آلہ دانت اور ناخن نہیں ہونا چاہیے''۔

"سَنَّ السَّكيْنَ ونحوه" ''چھری وغیرہ کو تیز کرنا''۔ "سَنَّ الاميرُ رعيته" کہتے ہیں ''حاکم کا اپنی رعایا سے اچھا برتاؤ کرنا''۔ "سَنَّ الطِّيْنَ" کے معنی ہیں ''تر مٹی کو پکا کر برتن بنانا'' اور "سَنَّ العقْدَةَ" سے مراد ہے ''راستہ بنانا اور راہ نکالنا''۔ ''ترشے ہوئے خدوخال والے'' کو کہتے ہیں "ورجلٌ مسنون الوجه" اور کلام کو خوبصورت اور

(1) مظہری، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، تحقیق: غلام نبی التونسی، مکتبۃ الرشیدیہ، پاکستان، ط:ن، ۱۴۱۲ھ، ۶/۵۶۶

(2) اعظمی، محمد ضیاء الرحمن، معجم مصطلحات الحدیث ولطائف الاسانید، مکتبہ اضواء السلف، الریاض، ۱۴۲۰ھ، ص: ۱۱۱

(3) سورۃ المائدۃ: ۴۵

(4) صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب: اذا اصاب قوم غنیمۃ فذبح بعضھم غنمًا أو ابلاً بغیر امر اصحابہ لم تؤکل: حدیث نمبر: ۵۵۴۳

موزوں بنانے کے لیے آتا ہے «سنَّن كَلَامه» [1] اسی لیے مسواک کرنے کو "استنان" کہتے ہیں کہ مسواک سے دانتوں کو اچھی طرح صاف کیا جاتا ہے۔

«فاستَنَّ بِهَا كأحسَنِ ما كان مسْتَنًّا». [2]

"آپ ﷺ نے اس کے ساتھ مسواک کی اور بہت اچھی مسواک کی"۔

غالباً دانت کو "السِّنُّ" اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ خوراک کو چبانے کا اور معدے میں ہضم ہونے کے لئے خوراک کو موزوں بنا دینے کا مضبوط آلہ ہیں ۔"سَنَّ الامر" کے معنی ہیں "کسی بات کو واضح کرنا" اور اسی سے "سن الله سُنَّةً" یعنی "اللہ کا کوئی واضح اور پختہ قانون بنانا"۔"السنن" : "الاستقَامَة". [3]

﴿سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلًا﴾ [4]

" ان سے اگلوں میں بھی اللہ کا یہی دستور جاری رہا اور تو اللہ کے دستور میں ہر گز ردو بدل نہ پائے گا"۔

"ليست هذه السُّنَّةُ مثَلَ الحُكْمِ الَّذِى يُبَدَّلُ وَيُنْسَخُ فَإِنَّ النَّسْخَ يَكُوْنُ فِى الاَحْكَامِ، امَّا الافعالُ والاخبارُ فَلَا تُنْسَخُ". [5]

آپ ﷺ کی طرف منسوب قول و فعل کو بھی "سنت النبی ﷺ" کہا جاتا ہے کہ خوبصورت اور موزوں اقوال و افعال مسلسل جاری ہیں اور تا قیامت جاری رہیں گے۔ س،ن،ن اصل حروف ہیں اور کسی بھی امر کے مسلسل سہولت سے جاری رہنے کو سنن کہتے ہیں اور اسی سے سنت ہے اور وہ سیرت ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سنت اور ان کی سیرت کو سنت رسول ﷺ کہتے ہیں۔

ہذلی[6] کہتا ہے: "تو نہ چھوڑ اس راستے کو جس پر تو چلا ہے کہ اس راستے سے پہلا خوش ہونے والا وہ ہی ہے جو اس پر چلتا ہے۔[7] " اور سنت کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ وہ مسلسل جاری رہتی ہے"۔[8]

---

(1) المعجم الوسیط، باب السین، ص:۴۵۶

(2) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب: مرض النبی ﷺ ووفاتہ، حدیث نمبر: ۴۴۵۱

(3) زبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، ابو الفیض، تاج العروس، تحقیق: مجموعہ من المحققین، دار الہدایۃ، ط:ن، س:ن، ۳۵/۲۲۳

(4) سورۃ الاحزاب: ۶۲

(5) رازی، فخر الدین، محمد بن عمر بن الحسن، ابو عبد اللہ، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، دار احیاء التراث العربی بیروت، طبع سوم: ۱۴۲۰ھ، ۲۵/۱۸۴

(6) ہذلی، خالد بن زہیر بن محرث، ابن اخت ابی ذؤیب، مشہور شاعر، ابو ذؤیب مسلمان ہو کر اس وقت آپ ﷺ کے پاس مدینہ آیا جب آپ ﷺ کا انتقال ہو چکا تھا لیکن تدفین نہیں ہوئی تھی۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ۲/۲۹۸

(7) ابن حجر، احمد بن علی بن محمد، عسقلانی، ابو الفضل، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، تحقیق: عادل أحمد عبد الموجود و علی محمد معوض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول: ۱۴۱۵ھ، ۲/۲۹۲،

(8) ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریا، ابو الحسین، القزوینی، الرازی، مقاییس اللغۃ، مادہ س ن، تحقیق: عبد السلام محمد ہارون، دار الفکر، بیروت، ط:ن، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹م، ۳/۶۰

آپ ﷺ نے بھی اس لفظ کو انہی معنوں میں استعمال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«من سَنَّ في الإسلام سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أجرُها، وأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بعدَهُ من غير أن ينقص من أجورهم شيء، وَمَن سَنَّ في الإسلام سُنَّةً سَيِّئَةً كان عليهِ وزرُها وَوِزْرُ من عَمِلَ بِهَا من بعده، من غيرِ أن يَنْقُصَ مِن أَوْزَارِهِمْ شَيءٌ». (1)

”جس شخص نے اسلام میں کسی اچھے طریقہ کی ابتداء کی تو اس کے لئے اس کا اجر اور اس کے بعد عمل کرنے والوں کا ثواب ہو گا بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کمی کی جائے اور جس اسلام میں کسی برے عمل کی ابتداء کی تو اس کے لئے اس کا گناہ ہے اور ان کا کچھ گناہ جنہوں نے اس کے بعد عمل کیا بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کچھ کمی کی جائے“۔

امتوں کے وہ افعال واطوار جو ہر امت میں لوگوں میں جاری رہے قرآن مجید میں انہیں بھی سنن کہا گیا ہے۔

﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (2)

”تم سے پہلے بھی ایسے واقعات گزر چکے ہیں سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ (آسمانی تعلیم کے) جھٹلانے والوں کا کیا حال ہوا“؟

سنت کے معنی طریقے اور راستہ کے بھی ہیں۔ ”اپنے راستے پر چلا جا“ اور ہوا ایک ہی طرح چلے تو کہتے ہیں ”جاءت الريح سنائن“۔ (3)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (4)

” اللہ چاہتا ہے کہ تم پر ان طریقوں کو واضح کرے اور انہی طریقوں پر تمہیں چلائے جن کی پیروی تم سے پہلے گزرے ہوئے صلحاء کرتے تھے۔ وہ اپنی رحمت کے ساتھ تمہاری طرف متوجّہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے، اور وہ علیم بھی ہے اور دانا بھی“۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی بھی ناحق رسم کی ابتدا اور اس کے اثرات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

(1) مسلم، مسلم بن الحجاج، ابو الحسین، النیسابوری، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ، حدیث نمبر:۱۰۱۷، دارالسلام، الریاض، طبع دوم:۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰ء

(2) سورۃ آل عمران: ۱۳۷

(3) مقاییس اللغۃ، ۳/۶۰

(4) سورۃ النساء: ۲۶

«لا تُقتلُ نفسٌ ظلمًا إلا كان على ابنِ آدم الأَوّلِ كفل مّن دمها، لأنه أوّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ»[1]

"جو شخص ظلم سے ناحق قتل کیا جاتا ہے اس کا وبال حضرت آدم کے پہلے بیٹے پر ضرور ہوتا ہے کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل ناحق کی رسم ڈالی"۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنت اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ہی وہ راستہ اور طریقہ ہے کہ تاقیامت جس پر چلنا فوز وفلاح کی ضمانت ہے۔

«فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَعْدِي فَسَيَرَى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عليها بالنَّواجذ».[2]

"پس جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو عنقریب وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا پس تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور خلفائے راشدین میں جو ہدایت یافتہ ہیں کی سنت کو پکڑے رہو اور اسے نواجذ (ڈاڑھوں) سے مضبوط پکڑ کر رکھو"۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اسلوب پر تیار کیے گئے مجموعوں کے لیے لفظ "سنن" کی اصطلاح سادہ سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ مفہوم و معنی کے اعتبار سے فن و ادب کا عمدہ معیار ہے۔ لفظ سنن بطور اصطلاح ان مجموعہائے حدیث کی نمائندگی کرتا ہے جو فقہی ابواب پر مرتب کیے جاتے ہیں مثلاً کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ وغیرہ۔ اس میں یہ شرط بھی ہے کہ صرف مرفوع احادیث کا ذکر کیا جائے جن کے طرق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں اور موقوف احادیث جن کے طرق صحابہ رضی اللہ عنہم تک ہوں، ان کا ذکر نہ کیا جائے کیونکہ محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک موقوف احادیث "سنت" کے درجے میں نہیں۔ اگر اس قسم کی کوئی روایت ذکر بھی کی جاتی ہے تو صرف استشہاد کے لیے۔

"كتب تعرف بالسّنن وهي في اصطلاحهم الكتب المرتّبة على الأبواب الفقهية من الإيمان والطّهارة والصّلاة والزكاة إلى آخرها وليس فيها شيء من الموقوف لانّ الموقوف لايسمّى فى اصطلاحهم سنّة ويسمّى حديثا"[3]

"سنن سے مراد محدثین کی اصطلاح میں حدیث کی وہ کتابیں ہیں جو فقہی ابواب مثلاً کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلاۃ اور کتاب الزکاۃ وغیرہ پر مرتب کی جاتی ہیں اور اس میں کوئی موقوف

(1) صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: خلق آدم وذریتہ، حدیث نمبر: ۳۳۳۵

(2) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق، السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب النہی عن الجدال، حدیث نمبر: ۴۶۰۷، دارالسلام، الریاض، ط: اول، ۱۹۹۹ء

(3) کتانی، محمد بن ابی الفیض، ابو عبداللہ، الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشہور کتاب السنۃ المشرفۃ، تحقیق: محمد المنتصر بن محمد الزمزمی، دارالبشائر الاسلامیۃ، ط: ششم، ۲۰۰۰ء، ص: ۳۲

حدیث ذکر نہیں کی جاتی کیونکہ اسے محدثین ﷭ کی اصطلاح میں سنت نہیں بلکہ حدیث کہا جاتا ہے"۔

معلوم ہوا کہ محدثین ﷭ کا کسی بھی موقع و محل کے لیے اصطلاح کا طے کرنا صوری و معنوی کمالات سے بھرپور ہے۔

موطا: مادہ و ط ء۔ وطئ الشيء وطأً روندنا، کچلنا، نرم کرنا اور تیار کرنا وغیرہ۔ "وطأ الفراش" کے معنی میں "بستر کو نرم" اور "آرام دہ بنانا"۔"واطأ فلانا على الأمر" کہتے ہیں موافقت کرنے کو۔"الوَاوُ والطاء والهمزة، كلمةٌ تَدُلُّ عَلَى تَمْهِيْدِ شَيءٍ وتَسْهِيْلِهِ، وَوَطَّاتُ لَهُ المكَانَ، والوِطَاءُ: ماتَوَطَّاْتَ بِهِ من فراش، ووطِئتُهُ بِرِجْلِيْ أَطَؤُهُ، والمواطَاةُ: المَوَافَقَةُ عَلَى اَمْرٍ يُوَطِّئُهُ كُلُّ واحِدٍ لِصَاحِبِهِ". (1)

اسی سے موطا ہے جو توطیہ (روندنا، تیار کرنا سہل اور نرم بنانا) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

"المَوَطَّأ المسْهَل الميَسّر، يُقَال: رجل مَوَطأ الاكناف". (2)

" موطا کے معنی ہیں ہموار و آسان اور روندا ہوا اور با اخلاق، ملنسار اور مہمان نواز آدمی کو رجل موطأالاکناف کہتے ہیں"۔

قرآن مجید میں یہ لفظ ان سب معانی میں استعمال ہوا ہے۔روندا ہوا کے لیے آتا ہے:

﴿ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا﴾ (3)

" اور اس نے تمہیں ان کی زمینوں کا اور ان کے گھر بار کا اور ان کے مال کا وارث کر دیا اور اس زمین کا بھی جس کو تمہارے قدموں نے روندا نہیں"۔

﴿ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ أَنْ تَطَئُوْهُمْ﴾ (4)

" اور اگر ایسے (بہت سے) مسلمان مرد اور (بہت سی) مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا"۔

احادیث مبارکہ ﷺ میں بھی روندنے اور کچلنے کے لیے اس لفظ کا استعمال موجود ہے:

«إذا وَطِئ أحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الأَذَى فإنَّ التُّرَابَ له طَهورٌ» (5)

"جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہن کر نجاست پر چلے گا تو مٹی اس کو پاک کر دے گی"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (6) کی ایک روایت میں آتا ہے:

---

(1) مقاییس اللغۃ، باب الواو والطاء وما یثلثھما، ۶/۱۲۲

(2) المعجم الوسیط، باب الواو، ۲/۱۰۴۱

(3) سورۃ الاحزاب: ۲۷

(4) سورۃ الفتح: ۲۵

(5) سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب الأذی یصیب النّعل، حدیث نمبر: ۳۸۵

(6) عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الہذلی رضی اللہ عنہ، ابو عبد الرحمن (۳۲ھ) سابقین اسلام میں سے تھے۔ علم و فضل میں اعلی مقام پر تھے۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۴/۱۹۸

«اُمِرْنَا اَلَّا نَكُفَّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا، وَلَا مَتَوَضَأَ من مَوْطَإٍ»[1]

"ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم (نماز میں) بال یا کپڑے نہ سمیٹیں، اور (ناپاک جگہ پر) پاؤں پڑ جانے کی وجہ سے وضو نہ کریں"۔

امام بخاری ؒ روندنے کے لیے "وطی" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور "کتاب اللباس" میں ایک باب باندھتے ہیں: "باب ماوُطِئَ مِنَ التصاویرِ".[2] "وہ تصاویر جو پاؤں تلے روندی جائیں"۔ قبیلہ مضر کے لوگ جو آپ ﷺ کے سخت دشمن تھے، آپ ﷺ نے ان کے لیے اللہ سے دعا کی: «اللّٰهم اشدُد وَطأَتَکَ عَلَی مُضَرَ»[3] "اے اللہ! قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت کر دے یعنی اتنی سخت گرفت ہو کہ انہیں روند دے"۔

ابن الاثیر[4] اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں «خُذْهُمْ أخذاً شَدِيدا»[5] یعنی "ان کو سخت سزا دے"۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دجال کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجال اِلَّا مَكة و المدِينة»[6]

"کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس کو دجال پامال نہ کرے گا مگر مدینہ اور مکہ"۔

آپ ﷺ کی اس حدیث میں لفظ "سیطؤُہ" کا استعمال انتہائی جاندار اور ارسال و تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے اور اس حقیقت کی نقاب کشائی ہے کہ سوائے مکہ اور مدینہ کے سب مقامات پر دجال کے فتنوں کا زور ہوگا۔ لغویین نے لفظ "وطا" کو بطور استعارہ موافقت کے لیے بھی استعمال کیا ہے اور قرآن مجید میں یہ لفظ اس معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

﴿ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾[7]

"بیشک رات کا اٹھنا دل جمعی کے لیے انتہائی مناسب ہے اور بات کو بہت درست کر دینے والا ہے"۔

ابن مجاہد اور ابی ملیکۃ کا کہنا ہے کہ "وطا" کے معنی اصوات و حرکات کے انقطاع کی وجہ سے قلب، بصر،

---

(1) فائدہ: جوتے اور چمڑے کے موزے کو غلاظت لگ جائے، خواہ وہ سیال بھی ہو تو پاک مٹی پر اسے رگڑنا اس کے لیے پاکیزگی ہے، بشرطیکہ بظاہر اس پر کوئی اثر باقی نہ ہو۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، امام، سجستانی، سنن ابو داؤد، ترجمہ و فوائد: ابو عمار عمر فاروق سعیدی، بذیل حدیث ۳۸۵، ۳۸۶، مکتبہ دارالسلام، الریاض، ۱۴۲۷ھ

(2) ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوت والسنۃ فیہا، حدیث نمبر: ۱۰۴۱، دارالسلام، الریاض، طبع اول: ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹ء

(3) صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب:، یہوی بالتکبیر، حین یسجد، حدیث نمبر: ۸۰۴

(4) ابن الاثیر، المبارک بن محمد الشیبانی الجزری، حدیث، لغت اور اصول میں مہارت رکھتے تھے۔ صاحب تصانیف تھے۔ ابن العماد، عبد الحی بن احمد، ابو الفلاح، شذرات الذھب، تحقیق: محمود الارناؤوط، دار ابن کثیر، بیروت، ط: اول، ۱۹۸۶ء، ۵/۲۲

(5) النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ۵/۲۰۰

(6) صحیح بخاری، کتاب الحج، باب لا یدخل الدجال المدینۃ، حدیث نمبر: ۱۸۸۱

(7) سورۃ المزمل: ۶

سماعت اور لسان میں بہت زیادہ موافقت اور ابن عباسؓ کہتے ہیں قلب و سماعت کی موافقت ہے [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ لِّيُوَاطِـُٔوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ﴾ [2]

"اللہ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کرلیں"۔

"لِيُوَافِقُوا، وَقِيْلَ: المعَنى أَشَدُّ مِهَادًا لِلتصَرُّفِ فِي التَّفَكُّرِ وَالتَّدَبُّرِ". [3]

یعنی "موافقت کرلیں" اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی "تفکر و تدبر میں اخلاص کے لیے بہت زیادہ گہرائی" کے ہیں۔

احادیث مبارکہ ﷺ میں بھی یہ اسلوب موجود ہے کہ آپ ﷺ نے لیلۃ القدر کو آخری عشرے میں تلاش کرنے کے حوالے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خوابوں کے بارے میں کہا:

«أرى رؤيَاكم قد تواطَأَتْ فِي الْعَشرِ الاواخِرِ، فمن كان مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ» [4]

محدثین کرام رحمہم اللہ کی اصطلاح میں "موطا" حدیث کی وہ کتاب ہے جسے اس کے مؤلف نے لوگوں کے لیے آسان بنادیا ہو اور علماء اس کی مقبولیت پر متفق ہوگئے ہوں۔

امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ [5] سے پوچھا گیا:

"مُوَطَّأُ مالك لِمَ سُمِّي الْمُوطَّأ؟ فقال: شيء صَنَعَهُ وَوَطَّأَهُ للنَّاسِ حَتَّى قيل "مَوَطَّأُ مالِكٍ". [6]

توانہوں نے کہا کہ: "امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مرتب کرکے لوگوں کے لیے سہل بنادیا ہے"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ [7] اپنی موطا کے بارے میں خود کہتے ہیں:

---

(1) قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، ابو عبداللہ، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی)، تحقیق: احمد البردونی وابراہیم اطفیش، دارالکتب المصریۃ، القاہرۃ، طبع: دوم، ۱۹۶۴ء، ۱۹/۴۱

(2) سورۃ التوبۃ: ۱۲۰

(3) الجامع الاحکام القرآن، ۱۹/۴۱

(4) صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب فضل من تعار من اللیل فصلی، حدیث نمبر: ۱۱۵۸

(5) امام ابو حاتم رازی، محمد بن ادریس بن منذر حنظلی (۱۹۵- ۲۷۷ھ) بہت بڑے حافظ حدیث اور چوٹی کے عالم تھے۔ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۹ھ میں حدیث لکھنا شروع کردی۔ الذہبی، محمد بن احمد، شمس الدین، ابو عبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، طبع: اول، ۱۹۹۸ء، ۲/۱۱۲

(6) زرقانی، محمد بن عبدالباقی بن یوسف، المصری، الازہری، شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک مقدمۃ الشارح، تحقیق: طہ عبد الرءوف سعد، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرہ، طبع: اول، ۲۰۰۳ء، ص: ۶۲

(7) مالک بن انس بن مالک، ابو عبداللہ، الاصبحی، (۱۷۹ھ) امام دار الہجرۃ اپنے زمانے کے ثقہ امام تھے۔ صاحب تصانیف تھے اور اہل اقتدار سے ہمیشہ دور رہے۔ کبار تابعین سے سماع علم کیا۔ ابن حجر، احمد بن علی بن محمد، العسقلانی، ابو الفضل، تہذیب التہذیب، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ الہند، ط اول: ۱۳۲۶ھ، ۱۰/۵

"عَرَضْتُ كِتَابِي هذا عَلى سَبْعِيْنَ فَقِيْهًا مِنْ فُقَهَاءِ الْمَدِيْنَةِ فَكُلُّهُمْ وَاطَأَنِي عَلَيْهِ فَسَمَّيْتُهُ الْمُوَطَّأَ".[1]

"میں نے اپنی اس کتاب کو مدینہ کے ستر فقہاء پر پیش کیا تو ان سب نے میری موافقت کی تو میں نے اس کا نام مؤطا رکھا"۔

معلوم ہوا کہ لفظ مؤطا کا مجموعۂ حدیث کے لیے بطور اصطلاح استعمال انتہائی بلیغ، مقصدیت کی تڑپ اور ذوق لطافت کا عمدہ اظہار ہے۔ "مؤطا" اس راستے کو کہتے ہیں جس پر لوگ بکثرت گزرے ہوں۔ سنت کے معنی بھی راستہ کے ہیں، یہ وہ راستہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ گزرے، موطأ وہ پامال راستہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم گزرے، غرض مؤطا کا لفظ اپنی حقیقت کا آپ مفسر ہے کہ ان مسائل پر مشتمل ہے جن پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل رہا ہے اور جمہور سلف جن پر چلے ہیں "۔[2]

مسانید: مسانید مسند کی جمع ہے۔ مادہ س ن د۔ "مسند" اسند کا اسم مفعول ہے۔ "سند" جس کا سہارا لیا جائے یا جس پر اعتماد کیا جائے۔ سند کے ساتھ بیان کرنے والے کو "مسند" کہا جاتا ہے اور کسی چیز کو کسی دوسری چیز کی طرف منسوب یا کسی سہارا دی ہوئی چیز کو "مسند" کہتے ہیں۔

"اَلسَّنَد ما ارْتَفَع مِنَ الْأَرْض فِي قبل جَبَل أَوْ وَادِ، وَكُلُّ شيءٍ اسْنَدْتَ إليهِ شيئًا فهو مسنَد، الكلام سَنَد ومسنَد، فالسَّنَد كقولِك: عبدالله رَجُلٌ صَالِحٌ، فَعَبْدُ الله سَنَد، وَرَجلٌ صالحٌ مُسنَد اليه، والمسند: الدهر".[3]

قرآن مجید میں آتا ہے ﴿ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ﴾[4] "گویا کہ یہ لکڑیاں ہیں دیوار کے سہارے سے لگائی ہوئی"۔

قرطبی[5] لکھتے ہیں:

"ومُسَنَّدَةٌ لِتَّكْثِير، أَي استَنَدُوا إِلَى الْإِيْمَانِ بِحَقْنِ دِمَائِهِمْ".[6]

"مسندۃ پر تشدید تکثیر کے لیے ہے یعنی وہ ایمان کا سہارا لیتے ہیں قتل سے بچنے کے لیے"۔

---

(1) شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک، مقدمۃ الشارح، ص: ۶۲

(2) اصلاحی، ضیاء الدین، تذکرۃ المحدثین، دار الابلاغ ط اول: ۲۰۱۴ م، ص:۹۷

(3) مقاییس اللغۃ، سند ۳/۱۰۵

(4) سورۃ المنافقون: ۴

(5) قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، الانصاری الخزرجی، ابو عبد اللہ، شمس الدین، کبار علماء و مفسرین میں سے تھے۔ ان کی کتابوں میں سے اہم ترین ۲۰ جلدوں میں "الجامع لاحکام القرآن" ہے جو تفسیر القرطبی کے نام سے مشہور ہے۔ الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد، الدمشقی، الاعلام، دار العلم للملایین، طبع پنجم: ۲۰۰۲ء، ۵/۳۲۲

(6) تفسیر قرطبی، ۱۸/۱۲۵

امام ابو داؤد[1] لکھتے ہیں: میں نے محمد بن حمید سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے یعقوب قمی سے سنا وہ کہتے تھے ہر وہ روایت جو میں تمہیں جعفر سے وہ سعید بن جبیر سے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتا وہ سب بواسطہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے مسند (موصول) ہیں۔[2]

معلوم ہوا کہ محدثین کرام رحمہم اللہ کا دوسری صدی ہجری میں مجموعہ حدیث کے خاص اسلوب کے لیے لفظ ''مسند'' کو بطور اصطلاح طے کرنا بلند فکری و علمی خیالات کا عکاس ہے۔ اس سے پہلے اس اسلوب کا کوئی تصور موجود نہ تھا، یوں محدثین کی بلند خیالی سے علوم الحدیث کی اصطلاحات علمی ارتقاء کے مراحل طے کرتی رہیں اور الفاظ بھی نشوونما پاتے رہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناسبت سے مجموعہائے حدیث مرتب کرتے اور انہیں مسند کا نام دیتے۔ مسانید مسند کی جمع ہے ان کتابوں کا موضوع ہر صحابی کی احادیث کو الگ کرنا ہے خواہ وہ صحیح ہوں، حسن ہو یا ضعیف ہوں۔ ان احادیث کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام سے حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا جاتا ہے۔[3] تاہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترتیب میں کبھی حروف تہجی کے علاوہ قبولِ اسلام میں سبقت، مہاجرین اور انصار کی ترتیب اور کبھی علاقوں اور شہروں کی ترتیب ملحوظ رکھی جاتی[4]۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی تمام روایات کو جمع کرنے کا اسلوب محدثین کو بہت پسند آیا اور انہوں نے اپنی توجہ اس جانب مبذول کرلی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "فَقَلَّ اِمَامٌ مِنَ الْحُفَّاظِ اِلَّا وَصَنَّفَ حَدِيْثَه عَلَى الْمسَانِيْدِ".[5]

ذخیرۂ حدیث کی حفاظت کے لیے مسانید کا جدید اور منفرد اسلوب پیش نظر مقصود کی پوری عکاسی کرتا ہے اور فن و ادب کا بہترین معیار ہے کہ آپ ﷺ کی احادیث کی حفاظت کے لیے آپ ﷺ کے ساتھیوں سے روایت کی گئی جو آپ ﷺ کی رفاقت کے باعث بہترین مسند ہیں۔

معاجم : مادہ ع ج م۔ ''عجم'' غیر عرب کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

---

(1) طیالسی، سلیمان بن داؤد بن الجارود، ابو داؤد، کبار حفاظ حدیث میں سے تھے۔ صاحب تصانیف تھے۔ ان کی مسند کو قبولیت حاصل ہوئی۔ تہذیب التہذیب: ۴/ ۱۸۲

(2) سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب رکعتی المغرب این تصلیان، بذیل حدیث نمبر: ۱۳۰۲

(3) الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ، ص:۶۰

(4) ایضاً

(5) عسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، مکتبۃ الملک فہد الوطنیۃ، الریاض، ط اول: ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱م، ص:۸، تاہم محدثین کے ہاں مسند کا اطلاق ان کتب پر بھی ہوتا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر مرتب نہیں ہوتیں بلکہ فقہی ابواب یا حروف یا کلمات پر مرتب ہوتی ہیں کیونکہ وہ مسند اور مرفوع احادیث کا مجموعہ ہوتی ہیں اور ان کتب کی احادیث کی سند نبی ﷺ تک مذکور ہوتی ہے۔ الرسالۃ المستطرفۃ، ص:۷۴

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُه بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (1)

" ہمیں بخوبی علم ہے کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے اس کی زبان جس کی طرف بہ نسبت کر رہے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے"۔

حدیث میں آتا ہے:

«لا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوزًا وَّكِرْمَانَ مِنَ الأَعَاجِمِ» (2)

" قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ عجم کے شہروں میں سے خوز اور کرمان پر تم حملہ آور ہو گے"۔

اور "اعجم" اسے کہتے ہیں جس کی زبان فصیح نہ ہو خواہ وہ عربی ہی کیوں نہ ہو اور عجمی اسی کی طرف منسوب ہے۔

﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ﴾ (3)

"اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن بناتے تو کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف بیان کیوں نہیں کی گئیں؟ یہ کیا کہ عجمی کتاب اور آپ عربی رسول"؟

قرطبی لکھتے ہیں: ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا﴾ سے مراد ہے کہ یہ قرآن غیر عرب کی زبان میں ہے اور ﴿لَقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُه﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اسے ہماری زبان میں واضح کیا جائے کہ ہم عرب ہیں اور ہم عجمی نہیں سمجھتے اور عجمی اور عربی سے مراد یہ ہے کہ عجمی اسے کہتے ہیں جو غیر عرب ہو خواہ وہ فصیح ہو یا غیر فصیح اور اعجمی وہ ہوتا ہے جو غیر فصیح ہو خواہ وہ عرب سے ہو یا عجم سے۔ (4)

معلوم ہوا کہ "عجم" کے لغات میں مختلف استعمالات ہیں اور "معجم" اسی سے ہے جس کی جمع معاجم ہے۔ "عجم" نقطہ لگانا اور تجربہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور معجم کے معنی مخفی کے بھی ہوتے ہیں اور اس مجموعے کو بھی "معجم" کہتے ہیں جو حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب ہو اور معجم حروف مقطعات کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ عجمی ہوتے ہیں اور تعجیم الکتاب کے معنی ہیں کہ اس پر نقطے لگانا تاکہ وہ واضح ہو جائے یعنی میں نے نقطے لگا کر اس کا ابہام دور کر دیا اور درست کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ آزمائش میں سخت ہے یعنی تو اسے معاملات میں آزماتا ہے تو اسے مشن پاتا ہے۔ (5)

(5)

---

(1) سورۃ النحل: ۱۰۳

(2) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث نمبر: ۳۵۹۰

(3) سورۃ حم السجدۃ: ۴۴

(4) تفسیر قرطبی، ۱۵/۳۶۸

(5) ابنِ درید، محمد بن الحسن، الازدی، ابو بکر، جمہرۃ اللغۃ، ج ع م، تحقیق: رمزی منیر بعلبکی، دار العلم للملایین، بیروت، طبع اول: الاولی، ۱۹۸۷م ۱/۴۸۴

صحیح بخاری میں باب تسمية من سمى من أهل بدر کے تحت آتا ہے: ''في الجامع الّذي وَضَعه أبو عبدالله عَلَى حُرُوفِ المعْجَم''۔[1] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع الصحیح کے اس باب میں حروفِ تہجی کی ترتیب سے بدر میں شریک حضرات کے اسماء ذکر کیے ہیں۔ ذخیرۂ حدیث کی حفاظت اور اس سے بہتر استفادے کے لیے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی کوشش جاری رہیں اور انہوں نے ایسا مجموعے تصنیف کیے جنہیں حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا اور ان مجموعوں کو فن وادب کے قواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ''معاجم'' کا نام دیا۔

"ومنها كُتُبُ المعَاجِم، جمع مُعْجَم، وَهُوَ فِي اِصْطِلَاحِهم: مَا تُذْكَرُ فِيْهِ الأَحَادِيث عَلَى تَرتِيْبِ الصَّحابَةِ أوِ الشُّيُوخِ أوِ الْبلْدَان أوغير ذالك، والغَالِب أن يَّكُونُوا مُرَتَّبِيْنَ عَلَى حُرُوفِ الهِجَاء".[2]

''معاجم'' کا لغوی مطالعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس خاص اسلوب کے لیے معاجم کی اصطلاح صورتِ واقعہ کا بہترین اظہار اور متقضائے حال کے عین مطابق ہے۔ فصاحت وبلاغت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ صورتِ واقعہ کو سلیس اور رواں الفاظ میں ادا کیا جائے جو معنی مقصود کی وضاحت بھی کرتے ہوں اور سماعت پر بھی گراں نہ ہوں۔

اربعین : مادہ ر ب ع۔ لغت میں اس لفظ کے مختلف استعمالات ہیں۔

الرَّبْعُ: "المنزل والوطنُ، سمّي رَبْعًا، لأَنَّهُمْ يربَعُوْنَ فِيه، أي: يَطْمِئِنُّونَ، ويُقال: هُوَ الموْضِع الَّذِى يَرتَبعون فِيه فِي الرَّبيع،[3] ورجل رَبْعَة وَمَرْبُوعُ الخَلْق، أي: لَيْس بِطَوِيل وَلَا قَصِيْرٍ، وَالْمِربَاع كَانَت العرب إذا غزت أخذ رَئِيْسُهُمْ رُبْعَ الغَنِيْمَةِ، وَقَسَمَ بينهم مابَقِي".[4]

''ربع کے معنی منزل اور وطن کے ہیں اور اسے ربعا اسی لیے کہا گیا ہے کہ لوگ اس میں اقامت سے خوشحال اور آسودہ ہوتے ہیں یعنی مطمئن ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ جہاں لوگ موسم بہار میں قیام کرتے ہیں اور مربوع الخلق آدمی اسے کہتے ہیں جو نہ زیادہ لمبا ہو اور نہ زیادہ چھوٹا۔ اور مرباع مال غنیمت کا چوتھائی حصہ جو عرب سردار (زمانہ جاہلیت میں) فوج سے لیا کرتا تھا اور جو باقی رہ جاتا وہ ان میں تقسیم ہوتا''۔

ہفتہ کے دنوں میں یہ بدھ کے دن کو ''یوم الاربعاء'' کہتے ہیں کہ عربی میں ہفتہ کا پہلا دن اتوار ہے اور چوتھا

---

(1) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب تسمیۃ من سمی من اہل بدر، 5/87

(2) الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المشترفۃ، ص:۱۳۵

(3) والربیع: رابع الفصول الأربعۃ، موسم بہار کو ربیع اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سال کا چوتھا موسم ہے۔ المفردات فی غریب القرآن، ر ب ع، ص:۳۳۹

(4) الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، ربع، ۳/۱۲۱۴

دن بدھ ہے۔ "وَالْاَرْبَعَاء فِي الْأَيَّام رَابعُ الْأَيامِ مِنَ الْأَحَدِ". (1)

اربعین اسی سے ہے جس کے معنی چالیس کے ہیں۔ تاہم اپنے مادہ کے اعتبار سے یہ لفظ خوشحالی، آسودگی، منزل، کسی جگہ پر اقامت اور موسم بہار کے لیے بھی آتا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿اِذَا بَلَغَ اَشُدَّه وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً﴾ (2)

"یہاں تک کہ جب وہ پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا"۔

اس آیت میں "بلغ" کی جگہ کوئی اور فعل بھی آسکتا تھا مثلاً "صار"، لیکن لفظ "بلغ" یہاں مفہوم دے رہا ہے کہ "اربعين سنة" عمر کا وہ حصہ ہے کہ عمر کے اس حصے کو پانا خود ایک بلاغت اور خوشگواری ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فلما نُبِّئَ رسولُ الله ﷺ وهو ابن أربعين سَنَة، صَدَّقَ أبوبكر τ رسول الله ﷺ وهو ابن ثمانِيَةً وثَلَاثِيْنَ سَنَةً، فَلَمَّا بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قال رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلى وَالِدَيَّ، قال الشعبي وابن زيد الأَشُدُّ الْحُلُمُ. وقال الحَسَنُ: هو بلوغ الأربعين، وَعَنْهُ قِيَامُ الْحُجَّةِ عَلَيْهِ وَهِي سَكَةٌ نُزِلَتْ عَلَى الْعُمُوْمِ". (3)

"پس جب نبی ﷺ کو نبوت ملی تو وہ چالیس سال کے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی تصدیق کی تو وہ اڑتیس سال کے تھے۔ پھر جب وہ چالیس سال کے ہوئے تو انہوں نے دعا کی "اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے"۔ شعبی اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہ بہت ہی زیادہ بردباری ہے اور حسن کہتے ہیں کہ چالیس سال میں فکر کی بلوغت ہے۔ اور یہ کہ اس کا نزول خصوصی نہیں بلکہ عمومی ہے"۔

زمخشری(4) لکھتے ہیں: اور پختگی یہ ہے کہ جب انسان مضبوط ہو جائے اور عمر کے اس حصے میں پہنچ جائے جس میں دانائی، عقل اور قوت تمیز، مستحکم ہو جاتی ہے اور یہ تیس سال میں شروع ہوتا ہے اور چالیس سال میں اپنے عروج پر ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی نبی کو چالیس سال سے پہلے نبوت نہیں ملی۔ (5)

---

(1) المفردات فی غریب القرآن، رب ع، ص:۳۳۹

(2) سورۃ الاحقاف: ۱۵

(3) تفسیر قرطبی: ۱۶/۱۹۴

(4) زمخشری، ابوالقاسم محمود بن عمرو بن احمد، (۴۶۷-۵۳۸ھ) تفسیر، نحو، لغت اور ادب میں امام تھے۔ معتزلہ کے بہت بڑے نقیب تھے۔ تذکرۃ الحفاظ: ۴/۵۴

(5) زمخشری، محمود بن عمرو بن احمد، ابو القاسم، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دارالکتاب العربی، بیروت، طبع سوم: ۱۴۰۷ھ، ۴/۳۰۲

معلوم ہوا کہ لفظ ”اربعین“ میں خوشحالی، آسودگی، منزل، انسانی قوتوں اور صلاحیتوں کا عروج سب کی جھلک نظر آتی ہے۔ محدثین کرام میں سے بعض کا چالیس احادیث کو ایک باب یا مختلف ابواب میں ایک ہی سند یا مختلف سندوں سے جمع کرنے کی طرف رغبت اور دلچسپی لفظ و معنی کی مطابقت اور فکر کی بلاغت کا عمدہ اظہار ہے۔

امام بیہقی[(1)] شعب الایمان میں ایک حدیث لاتے ہیں، کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا:

«ماحَدُّ الْعِلْمِ إذا بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فِقِيْهًا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ «من حفظ على أُمَّتى اربَعِيْنَ حَدِيثًا مِن أمرِ دينهِ بَعَثَهُ اللهُ فَقِيْهًا، وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَشَهِيْدًا» [(2)]

”علم کی وہ کونسی حد ہے جو آدمی کو فقیہ کے درجہ تک پہنچادے؟ میری امت میں جو شخص اس دین کے متعلق چالیس احادیث یاد کرے گا اللہ اسے فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کے لیے سفارشی اور گواہ ہوں گا“۔

لیکن یہ بات درست نہیں کہ اربعین کے اسلوب پر کتب تالیف کرنے میں رغبت اور دلچسپی اس حدیث نے پیدا کی کیونکہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ شعب الایمان میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "هذا مَتْنٌ مشهورٌ فيما بين النَّاسِ وَلَيْسَ لَهُ اِسنادٌ صحيح". [(3)]

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر تحقیق کے بعد واضح کیا ہے کہ: ”اگرچہ اس حدیث کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے لیکن اس کے ضعف کو تقویت نہیں مل سکی“۔[(4)]

یہ درست ہے کہ حفاظتِ حدیث کی علمی اور عملی ترغیبات نے اربعین نویسی کو ایک مستقل شعبہ حدیث بنا دیا۔ اس سلسلہ سعادت میں ایک معتبر نام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ وہ خود اپنی اربعین کے مقدمہ میں اس حدیث کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

(1) بیہقی، احمد بن حسین بن علی، ابو بکر، آئمہ حدیث میں سے تھے، کہا جاتا ہے کہ بیہقی کثرتِ تصانیف کی وجہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر فضیلت رکھتے تھے۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر بیہقی چاہتے تو وہ ایک مذہب بنا سکتے تھے اور وہ اس پر اپنے وسعتِ علم اور اختلاف پر معرفت کی وجہ سے قادر تھے۔ شذرات الذہب ۳/۳۰۴

(2) بیہقی، احمد بن الحسین بن علی، ابو بکر، شعب الایمان، حدیث نمبر: ۱۵۹۷، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، الریاض، طبع اول: ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۳م۔ بیہقی حدیث لانے کے بعد خود کہتے ہیں ھذا متن مشہور فیما بین الناس، ولیس لہ اسناد صحیح۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے المقاصد الحسنہ میں اس حدیث پر تحقیق کے بعد واضح کیا ہے کہ اگرچہ اس حدیث کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے لیکن اس کے ضعف کو تقویت نہیں مل سکی۔ سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، ابو الخیر، المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ، دار الکتب العربی، بیروت، طبع اول: ۱۹۸۵ء، ص: ۶۴۴

(3) شعب الایمان، حدیث نمبر: ۱۵۹۸، تحقیق: عبد العلي عبد الحمید حامد مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، الریاض، طبع اول: ۲۰۰۳ء، ۳/۲۴۰

(4) المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ، ص: ۶۴۴

فَلَيْسَ اِعْتَمادي عَلى هٰذا الْحديث، بل اِعْتمادي عَلى قوله ﷺ في الأحاديث الصَّحِيْحَة «لِيُبْلِّغُ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الغَائِبَ»(1)

وقوله ﷺ: «نَضّر اللهُ اِمْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا ثُمَّ بَلَّغَهَا»(2)

میرا اعتماد (اربعین تالیف کرنے میں) اس حدیث پر نہیں ہے بلکہ میرا اعتماد تو صحیح احادیث میں موجود آپ ﷺ کے اس قول پر ہے کہ "تم میں سے موجود کو چاہیے کہ وہ غائب کو پہنچادے" اور آپ ﷺ کے اس قول پر ہے کہ "اللہ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جو میری بات سنے اور اس کی حفاظت کرے پھر اسے آگے پہنچادے جیسا کہ اس نے سنا۔(3)

مستدرک: مادہ د ر ک۔ درک مل جانا یا پا لینا کو کہتے ہیں۔ اسی سے باب افعال میں ادراک اور باب استفعال میں استدراک ہے۔ ادراک مل جانا کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے میں چلا یہاں تک کہ میں نے اسے پالیا اور میں زندہ رہا یہاں تک کہ میں نے اس کا زمانہ پالیا۔(4)

أَدْرَكْتُهُ بِبَصري کے معنی ہیں میں نے اسے دیکھا اور تدارَكَ القَومُ سے مراد ہے لوگوں کا باہم ملنا، یعنی جب ان کے بعد والے ان کے پہلوں سے جاملیں۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾(5)

" اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب کی نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے"۔

"أَي لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَار لِاَنَّهُ لَطِيْفٌ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَار لِأَنَّهُ الخَبِيْر، فيكون اللَّطيف مستعارًا مِنْ مُقَابِلِ الْكَثِيْفِ لِمَا لَا يُدْرِكُ بالْحَاسَةِ وَلَا يَنْطَبِعُ فِيْهَا".(6)

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ﴾(7)

---

(1) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاہد الغائب، حدیث نمبر: ۱۰۵

(2) ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن، ابو عیسیٰ، السنن، حدیث نمبر: ۲۶۵۸، دارالسلام، الریاض، طبع: اول، ۱۹۹۹ء

(3) طوفی، نجم الدین، سلیمان بن عبد القوی الصرصری، التعیین فی شرح الاربعین، مقدمۃ المولف، المکتبۃ المکیۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، طبع: اول، ۱۹۹۸ء، ص: ۲۱

(4) مقاییس اللغۃ، درک، ۲/۲۶۹

(5) سورۃ الانعام: ۱۰۳

(6) بیضاوی، عبد اللہ بن عمر الشیرازی، ابو سعید، ناصر الدین، انوار التنزیل وأسرار التاویل، تحقیق: محمد عبد الرحمن المرعشلي، داراحیاء التراث العربی، بیروت، طبع: اول، ۱۴۱۸ھ، ۲/۱۷۶

(7) سورۃ النساء: ۷۸

"تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آپکڑے گی"۔

﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾[1]

"نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے"۔

آپ ﷺ نے بھی لفظ "ادرک" کا استعمال ان معنوں میں ہی کیا ہے:

«مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ».[2]

"جو شخص آفتاب کے نکلنے سے پہلے صبح کی ایک رکعت پالے تو اس نے صبح کی نماز پالی اور جو کوئی آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے تو بیشک اس نے عصر کی نماز پالی"۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

«اِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذا لَمْ تَسْتَحْيِي فَاصنَعْ مَا شِئْتَ».[3]

"پہلے انبیاء کے کلام میں سے لوگوں نے جو پایا، اس میں یہ بھی ہے کہ تم میں حیا نہ ہو تو پھر جو جی میں آئے کر گزرو"۔

اسی سے استدراک باب استفعال کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ایک چیز کے بعد دوسری چیز لانا کے ہیں۔

"استَدْرَكَ مافاتَ، وتَدَارَكَهُ بمعنى وَاسْتَدْرَكَ عَلَيْهِ قَوْلَه: اَصْلَحَ خَطَأَه، ومِنْه المستَدْرَك للحاكم عَلى البخاري".[4]

گویا امام حاکم رحمہ اللہ صحیح بخاری کے بعد ایک کتاب لے کر آئے جس میں وہ احادیث ذکر کیں جو امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق تھیں لیکن اپنی صحیح میں وہ ان کا ذکر نہ کر پائے۔ لفظ استدراک کا لغوی مطالعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ لفظ "مستدرک" محدثین رحمہم اللہ کے ہاں اشاراتی اور گہرے معانی پر مشتمل ایک اصطلاح ہے کہ جب ان احادیث کا مجموعہ تیار کیا گیا جو کسی مؤلف کے شرائط کے مطابق تھیں اور اس سے ان کا ذکر ہونے سے رہ گیا تو ان احادیث کے لیے یہ اصطلاح فنی طور پر لفظ و معنی میں اس قدر مربوط ہے کہ ادبی ذخیرے کو جلا بخشتی ہے۔ محدثین استدراک کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"اَلِاسْتِدْرَاكُ فِي اِصْطِلاحِ أهلِ الحدِيثِ، هو جَمْعُ الاحَادِيث الَّتِي تَكونُ عَلى

(1) سورۃ یٰس: ۴۰

(2) صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب من ادرک من الفجر رکعۃ، حدیث نمبر: ۵۷۹

(3) ایضا، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث نمبر: ۳۴۸۳

(4) المعجم الوسیط، باب الدال، ص:۲۸۱

شَرْطِ اَحَدِ المصَنِّفِيْن، ولم يَخْرُجْهَا فِي كِتَابِهِ". (1)

"محدثین کی اصطلاح میں استدراک کا مطلب یہ ہے کہ ان احادیث کو جمع کرنا جو حدیث کی کسی کتاب کی مصنف کی شروط کے مطابق ہوں مگر مصنف نے ان کی تخریج اپنی کتاب میں نہ کی ہو"۔

چونکہ یہ ایک مجموعے کے بعد اسی مجموعے کی کمی کو پورا کرنے کے لیے دوسرا مجموعہ لایا گیا۔ اس لیے استدراک میں یہ شرط بھی ہے کہ ان احادیث کے رجال کی اسناد وہی ہوں جن سے اصل کتاب کا مؤلف روایت کرتا ہے۔

مستخرج: مادہ خ ر ج۔ خرج کے لغت میں مختلف استعمالات ہیں۔

"خَرَجَ خُرُوْجًا وَمَخْرَجًا، وَقَدْ يَكُوْنُ الْمَخْرَجُ مَوْضِعَ الْخُرُوج". (2)

"خرجَ خروجاً نکلنا اور نمودار ہونا کو کہتے ہیں اور مخرج کے معنی ہیں نکلنے کی جگہ"۔

نکلنے اور نمودار ہونے کے لیے قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ (3)

"تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے"۔

﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَه عُدَّةً﴾ (4)

"اگر ان کا ارادہ جہاد کے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لیے سامان کی تیاری کر رکھتے"۔

آپ ﷺ کی احادیث میں بھی اس معنی کا استعمال موجود ہے۔

«مَا مِنْ خَارِجٍ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ اِلَّا وَضَعَتْ لَهُ الْمَلَائِكَةُ أَجْنِحَتَهَا، رِضًا بِمَا يَصْنَعُ». (5)

"جو شخص بھی (دینی) علم کی طلب میں اپنے گھر سے نکلے فرشتے اس کے عمل کو پسند کرنے کی وجہ سے اس کے لئے پر پھیلا لیتے ہیں"۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِنْتَدَبَ اللهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا اِيْمَانٌ بِي وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِي». (6)

"اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے ذمہ داری لیتا ہے جو اس کی راہ (جہاد کے لیے) نکلے۔ اسے گھر سے

---

(1) محمد ابو زہرۃ، الحدیث المحدثون، دار الفکر العربی، القاہرہ، ط:ن، ۱۳۷۸ھ، ص:۴۰۷

(2) الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، خ ر ج، ۱/۳۰۹

(3) سورۃ المؤمن: ۱۱

(4) سورۃ التوبۃ: ۴۶

(5) سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث نمبر: ۲۲۶

(6) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: الجہاد من الایمان، حدیث نمبر: ۳۶

صرف اس بات نے نکالا کہ وہ مجھ (اللہ) پر ایمان رکھتا ہے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرتا ہے"۔

یوم العید کو بھی یوم الخروج کہا جاتا ہے کہ لوگ اس دن عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں، "يومُ الخُرُوج أي يَوْمُ العِيْد". (1) قیامت کے دن کو یوم الخروج کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾ (2)

" جس روز اس تند و تیز چیخ کو یقین کے ساتھ سن لیں گے، یہ دن ہو گا نکلنے کا"۔

یوم القیامۃ کو یوم الخروج اس لیے کہا گیا کہ اس روز سب لوگ قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔

﴿خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ﴾ (3)

" یہ جھکی آنکھوں قبروں سے اس طرح نکل کھڑے ہوں گے کہ گویا وہ پھیلا ہوا ٹڈی دل ہے"۔

فنی طور پر نجابت و شرافت کے ظاہر ہونے اور علم سکھانے کے لیے بھی خرج کا استعمال کیا جاتا ہے اور خرجت خوارج اس وقت بولتے ہیں جب کسی کی نجابت و شرافت ظاہر ہو اور وہ امور اور اس کے احکام کی مضبوطی کی طرف متوجہ ہو۔ خرجھا کے معنی ہیں اس کو ادب سکھانا جیسے استاد اپنے طالبعلم کو تیار کرتا ہے۔ (4)

استخراج مادہ: خ ر ج سے ہی استفعال کے وزن پر ہے جس کے معنی ہیں نکلنا اور مستخرج اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ "استخراج كَالْاِسْتِنْبَاطِ"(5) " استخراج دراصل استنباط کرنا ہے"۔

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے لفظ مستخرج بطور اصطلاح اس مجموعہ حدیث کے لیے طے کیا جب وہ پہلے سے موجود کتب حدیث میں سے کسی کتاب کو اپنی سند سے اس طرح روایت کرتے کہ سلسلہ سند میں سے مؤلف کے نام کو نظر انداز کرتے اور ان کا سلسلہ سند مؤلف کے شیخ یا اس سے اوپر کے کسی راوی سے جا ملتا، جس کا فائدہ علو اسناد اور تعیین مبہم وغیرہ ہے۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ (6) لکھتے ہیں:

"تو وہ ان کی احادیث اپنی اسناد سے اس طرح لاتے ہیں کہ ثقہ رواۃ کا التزام نہیں کرتے

(1) ابن منظور، محمد بن مکرم، جمال الدین، الافریقی، ابو الفضل، لسان العرب، فصل الخاء، دار صادر، بیروت، ط سوم: ۱۴۱۴ھ، ۲۵۰/۲

(2) سورۃ ق: ۴۲

(3) سورۃ القمر: ۷

(4) مقاییس اللغۃ، خ ر ج: ۱۷۵/۲

(5) لسان العرب، فصل الخاء، ۲۵۱/۲

(6) محمد بن عبد الرحمن بن محمد، شمس الدین السخاوی، حدیث، تفسیر اور ادب کے عالم تھے۔ صاحب تصانیف تھے۔ شذرات الذہب ۱۵/۸

اگرچہ بعض نے اسے شرط قرار دیا ہے اور بخاری کے طریق کے علاوہ ان کے شیخ یا ان کے شیخ سے جاملتے ہیں اور اسی طرح بعض کے مطابق خواہ صحابی رضی اللہ عنہ سے جاملیں"۔ (1)

اس مجموعہ حدیث کے لیے مستخرج کی اصطلاح لغت کے تمام تقاضے پورے کرتی ہے۔ لفظ و معنی کی مطابقت کے تمام ادبی مراحل طے کرتے ہوئے مستخرج کی اصطلاح بغیر کسی اشارے اور تشبیہ کے مقصدیت اور فکری بلاغت کا عمدہ اظہار ہے۔

مصنف: مادہ ص ن ف۔ مصنف باب تفصیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

"الصَّادُ والنُّونُ والفَاءُ أصْلٌ صَحِيْحٌ مُطَّرِدٌ فِي مَعْنَيَيْنِ، أَحَدُهُمَا الطَّائِفَةُ مِنَ الشَّيءِ، وَالْآخَرُ تَمْيِيزُ الْأَشْيَاءِ بَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ، وَلَعَلَّ تَصْنِيْفَ الْكِتَابِ مِنْ هَذَا، وَالْغَرِيْبُ المصَنَّف مِن هَذَا، كَأَنَّهُ مُيِّزَتْ أَبْوَابُهُ فَجُعِلَ لِكُلِّ بَابٍ حَيِّزُهُ، فَأَمَّا أَصْلُهُ فِي لُغَةِ الْعَرَبِ فَمِنَ قَوْلِهِمْ: صَنَّفَتِ الشَّجَرَةَ إِذَا أَخْرَجَتْ وَرَقَهَا". (2)

"دو معنوں کے لیے ایک ہی مادہ ہے صاد، نون اور فاء۔ ان میں سے ایک کا مطلب ہے کسی بھی چیز کا گروہ یا حصہ اور دوسری کا مطلب چیزوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا ہے اور غالباً کتاب تصنیف کرنا اسی سے ہے اور مصنف کا منفرد ہونا یہ ہے کہ گویا اس کے ابواب کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا ہے اور ہر باب کے لیے اس کا مقام بنا دیا گیا ہے۔ پس اس کی اصل عربوں کی زبان میں یہ کہنا ہے کہ صَنَّفَتِ الشَّجَرة یعنی جب درختوں کے پتے نکل آئیں"۔

یہ لفظ اپنے دونوں لغوی معانی میں حدیث میں موجود ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ إِلى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ ثَوْبِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ» (3)

"جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر جائے تو اس کو چاہیے کہ اپنے کپڑے کے کونے سے (اس کو) تین بار جھاڑ لے"۔

ایک حدیث میں چھوٹے فوت ہو جانے والے بچوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«صِغَارُهُمْ دَعَا مِيصُ الْجَنَّةِ يَتَلَقَّى أَحَدُهُمْ أَبَاهُ أَوْ قَالَ: أَبَوَيْهِ، فَيَأْخُذُ بِثَوْبِهِ، أَوْ قَالَ: بِيَدِهِ، كَمَا أخُذُ أَنَا بِصَنِفَةِ ثَوْبِكِ هٰذَا، فَلَا يَتَنَاهى، أَوْ قَالَ: فَلَا

(1) سخاوی، محمد بن عبد الرحمن بن محمد، ابو الخیر، شمس الدین، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للعراقی، تحقیق: علی حسن علی، مکتبۃ السنۃ، مصر، طبع: اول، ۲۰۰۳ء، ۱/ ۶۱

(2) مقاییس اللغۃ، ص ن ف، ۳/ ۳۱۳

(3) صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب السوال باسماء اللہ تعالی والاستعاذۃ بھا، حدیث نمبر: ۷۳۹۳

يَنْتَهِي، حَتَّى يُدْخِلَهُ اللّٰهُ وَأَبَاهُ الْجَنَّةَ». (1)

" چھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں (وہ جنت کے اندر ہی رہتے ہیں) ان میں سے کوئی اپنے باپ یا فرمایا اپنے ماں باپ کو ملے گا تو وہ اسے اس کے کپڑے سے پکڑ لے گا یا کہا اس کے ہاتھ سے، جس طرح میں نے تمہارے اس کپڑے کے کنارے سے پکڑا ہوا ہے پھر اس وقت تک نہیں ہٹے گا یا کہا نہیں رُکے گا یہاں تک کہ اللہ اسے اور اس کے والد کو جنت میں داخل کر دے گا"۔

الگ الگ قسموں کے لیے آپ ﷺ نے صَنِّفْ کا لفظ استعمال کیا۔

«صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلُّ شَيءٍ مِّنْهُ عَلى حِدَةٍ» (2)

"تم اپنی کھجوروں کی ہر قسم کو الگ الگ کر دو"۔

ادبی نقطہ نظر سے یہ فن عکاسی ہے کہ محدثین کرام رحمہم اللہ اس مجموعے کو مصنف کا نام دیتے ہیں جو فقہی ابواب پر مرتب ہو اور ہر قسم کی احادیث یعنی احادیث مرفوع، موقوف اور مقطوع پر مشتمل ہو اور جس میں بعض اوقات تبع تابعین کے فتاوی بھی مذکور ہوں۔

"هي نوعٌ مِّن التَّصْنِيْفِ فِي الْحديث...وهِي تكون مُرَتَّبٌ عَلى الاَبْوَابِ الفِقْهِية، ولكن تُذْكَرُ فيهَا الأحَادِيثِ الْمَرفُوْعَة، والموقوفة، والمنقطعة، والمرسلة، وفتَاوى الصَّحَابَة، والتَّابعِين فَمَنْ بَعْدَهُم لَا يَسْتَغْنِي عَنها المحَدِّث والفَقِيه". (3)

"مصنفات تصنیف حدیث کا ایک طریقہ ہے جس میں احادیث فقہی ترتیب سے مرتب کی جاتی ہیں یعنی مرفوع، مقطوع، منقطع اور مرسل احادیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین اور من بعد ہم (یعنی تبع تابعین) رحمہم اللہ کے فتاوی جمع کر دیئے جاتے ہیں۔ جن سے کوئی محدث اور فقیہہ بے نیاز نہیں ہو سکتا"۔

محدثین رحمہم اللہ کے مختلف مؤلفات کے مختلف فوائد و مقاصد رہے اور انہیں پیش نظر رکھتے ہوئے وہ مؤلفات کے لیے اصطلاحات بھی طے کرتے رہے۔ ان اصطلاحات میں ادبی حسن و جمال اور فن کے اوصاف و محاسن جمع ہیں۔ دینی تقاضوں اور محرکات نے محدثین رحمہم اللہ کو زبان و بیان پر قدرت عطا کی اور ان کے قلم کو وہ روشنائی دی کہ ان کی طے کردہ اصطلاحات فن عکاسی کا اعلیٰ نمونہ اور ادبی طور پر فصاحت و بلاغت کا عمدہ شاہکار ہیں۔ مقصدیت اور لطافت ذوق نے اصطلاحات میں وہ حسن و جمال پیدا کر دیا ہے کہ انفس و افاق میں انسان کی علمی و ادبی تگ و دو کے لئے راہنما خطوط اور فن کے جمالیاتی پہلو باہم مربوط نظر آتے ہیں۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآدب، باب فضل من یموت لہ ولد فیحتسبہ، حدیث نمبر: ۲۶۳۵

(2) صحیح بخاری، کتاب فی الاستقراض وأداء الدُّيُونِ والحَجْرِ والتَّفْلِيسِ، باب الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ، حدیث نمبر: ۲۴۰۵

(3) یوسف عبد الرحمن المرعشلی، علم فہرسۃ الحدیث، نشأتہ، تطورہ، أشہر مادون فیہ، دار المعرفۃ، بیروت، ط:ن، س:ن، ص:۱۴

– – –